JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, Jul – Dec 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

شاہ اسماعیل شہید کی مذہبی فکر اور اس کے ہندوستانی مسلمانوں پر اثرات

Shah Ismail Shahid's Religious Thought and His impact on the Subsequent Islamic Tradition

Mubasher Hussain*

Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab

ABSTRACT

Shah Ismail Shahid, the grandson of Shah Waliullah Dihlavi, is a well-known figure in the South Asian Islam because of his various socio-religious endeavours. One of his works titled "Taqviyat-ul-Iman" is considered the most influential book of his times which paved the way of the present day "Ahl-i Hadith" school of thought on the one hand. On the other, he was criticized on the same degree by his coreligionists among the sunnis, because of his several religious opinions expressed particularly in the same book. Despite of his various social, religious and political contributions in the British India, he remained a controversial Islamic figure to an extent. This paper attempts to analyze impartially the circumstances under which Shah Ismail lived and played his role, in order to understand the grounds of the said controversy.

Keywords: *Shah Ismail Shahid, Islamic Thought, Indian Muslims, Tawheed and shirk, bidat*

تعارفی پس منظر

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی تعلیم و تربیت

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ 1779ء میں پھلت (مظفر نگرھ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں والد محترم شاہ عبد الغنیؒ، جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے، سے حاصل کی لیکن ابھی آپ دس سال ہی کے تھے کہ آپ کے والد وفات پا گئے اور آپ کے تایا شاہ عبد القادرؒ نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ آپ نے درسی تعلیم (مروجہ علوم نقلیہ و عقلیہ) اپنے چچاؤں: شاہ عبد القادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے حاصل کی اور چھوٹی ہی عمر میں علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کر لی۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ ذہنی صلاحیتیں عطا کی تھیں (اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے تذکرہ نگار آپ کی ذہانت و استعداد کے بے شمار واقعات ضبط تحریر میں لائے ہیں[1]) اور دوسری طرف ولی اللہی خاندان کا

CC BY

فرزند ہونے کے ناطے آپ نے ایک ایسے علمی گھرانے میں پرورش پائی جس کا چرچا برصغیر پاک وہند میں عام تھا۔ فایدہ یہ ہوا کہ آپ جوانی ہی میں متداول علوم کے ماہر، مروجہ علمی مباحث سے باخبر اور برصغیر کے علمی و عوامی حلقوں میں مشہور ہو گئے۔[2]

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی دعوتی و اصلاحی سرگرمیاں

آپ نے اپنے معروف علمی خانوادے کی روایت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک عالم و مبلغ دین کی حیثیت سے پیش کیا اور جلد ہی ایک شہرہ آفاق خطیب و مبلغ کی حیثیت سے متعارف ہو گئے۔ آپ کی شہرت کی ایک وجہ جمعہ کی نماز سے پہلے اردو خطبہ کا آغاز بھی ہے۔ اب تک ہندی اہل علم جمعہ کا خطبہ صرف عربی زبان ہی میں دیا کرتے تھے جس سے عوام کو خطبے کے معنی و مفہوم کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ چنانچہ "شاہ صاحب نے اردو میں خطبات دے کر اس روایت کو توڑا اور جمعہ کی عبادت میں افادیت پیدا کر دی۔ چونکہ وہ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے اس لیے ان کے خطبات سننے کی غرض سے لوگوں کا جم غفیر جمع ہونے لگا۔"[3] آپ نے کافی سالوں تک دہلی کی جامع مسجد میں ایک عالم و مبلغ دین کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس عرصے میں آپ کے پسندیدہ موضوعات میں مسلمانوں کے عقاید کی اصلاح، ان میں موجود کفر و شرک کے مختلف مظاہر کی نشاندہی اور مروجہ ہندوانہ رسوم و رواج کی نقالی کی تردید سرفہرست تھے۔ چنانچہ اختلافی مذہبی مسایل میں اپنے نقطہ نظر کی صحت پر اصرار اور دوسروں کی تغلیط و تردید کی وجہ سے روایتی مذہبی حلقوں میں آپ کی حیثیت متنازعہ ہو گئی۔[4] یہ بھی کہا گیا ہے کہ " ان کے وعظوں کی وجہ سے دلی کے شہدے اور بدمعاش یہاں تک دشمن ہو گئے تھے کہ ان کے قتل کی فکر میں تھے۔"[5]

اسماعیل شہیدؒ کی کوششوں کا محور، اپنے آباء و اجداد ہی کی طرح، ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی اور سیاسی اصلاح تھا جس کے لیے انہوں نے قلم، زبان اور تلوار تینوں کو آزمایا۔ اسماعیل شہیدؒ کی جرات حق ہی کا نتیجہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ناچ گانے والی عورتوں کو تبلیغ کرنے ایسی جگہ جا پہنچے جہاں ان کے دامن پر تہمت کے چھینٹے پڑنے کا واضح خدشہ تھا، مگر آپ جس خلوص کے ساتھ وہاں گئے تھے اس کا نہایت مثبت نتیجہ بر آمد ہوا اور آپ کا وعظ و انذار کئی لوگوں کے تایب ہونے کا ذریعہ بنا۔[6] اہل علم نے آپ کی بہت سی اصلاحی و تبلیغی کاوشوں اور کامیابیوں کا ذکر کیا ہے جن میں بیوگان کے نکاح ثانی کو بطور خاص شامل کیا ہے۔[7]

کہا جاتا ہے کہ مغل بادشاہوں کے پاس کچھ نبوی تبرکات و آثار موجود تھے جنہیں مغل بادشاہ محمد شاہ کے زمانے میں انار کی کے خوف کے پیش نظر قلع سے دہلی کی جامع مسجد میں منتقل کیا گیا پھر اکبر شاہ دویم کے زمانے میں یہ واپس قلع میں لے جائے گئے[8]۔ شاہ اسماعیلؒ کے مخالفین نے موقع پا کر آپ کے خلاف مغل بادشاہ اکبر شاہ کو شکایت کی کہ یہ آثار و تبرکات راستے میں ان کے پاس سے گزرے تھے مگر یہ ان کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوئے۔ جب بادشاہ نے شاہ اسماعیلؒ کو وضاحت کے لیے دربار طلب کیا تو انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میرے نزدیک یہ تبرکات اصلی نہیں ہیں، بلکہ اگر یہ واقعی اصلی ہوتے تو پھر ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ بادشاہ سلامت خود ہی ان تبرکات کی خدمت میں حاضر ہوتے نہ کہ یہ آپ کے دربار میں اٹھا کر لائے جاتے![9] اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کلمہ حق کہنے میں بے باک تھے۔ ایک مرتبہ سید احمد شہیدؒ (1786-1831) نماز

فجر میں دیر سے تشریف لائے تو انہیں شاہ اسماعیلؒ نے اس پر تنبیہ کی، چنانچہ سید احمد صاحبؒ نے عوام کی موجودگی میں اپنی سستی پر معذرت کی۔[10] ایک مرتبہ حسن زئی قبیلے نے سید احمد شہیدؒ سے گزارش کی کہ ہمارا عشر معاف کر دیا جائے۔ سید صاحب تقریباً اسے مان چکے تھے کہ شاہ صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ عشر تو شریعت نے فرض کیا ہے اور کوئی خلیفہ / حاکم وقت بھی کسی سے یہ فرض معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ سید احمد شہیدؒ کو اپنی رائے بدلنا پڑی۔[11] بہر حالا آپ کا یہی اصلاحی جذبہ اور بے باک مزاج تھا جو آپ کو سید احمد شہیدؒ کی بیعت میں لے گیا اور آپ تاحیات ان کی تحریک اصلاح و جہاد سے وابستہ رہے اور 1831 میں تقریباً 52 سال کی عمر میں بالاکوٹ میں ان کے ہمراہ سکھوں کے خلاف جہاد میں نذرانہ شہادت پیش کیا۔

شاہ صاحبؒ کی دعوتی و اصلاحی مزاج کا ثبوت آپ کی مختلف تصنیفات بھی ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو جو ایک نئی زبان کے طور پر متحدہ ہند میں مقبول ہو رہی تھی، تینوں زبانوں میں کتابیں لکھیں۔ آپ کی مندرجہ ذیل تالیفات کا اہل علم نے تذکرہ کیا ہے:

> رد الاشراک، تقویۃ الایمان، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح، اصول الفقہ، رسالہ منطق، عبقات، صراط مستقیم، تنویر العینین فی اثبات رفیع الیدین، منصب امامت، رسالہ یک روزی، مکاتیب، منظومات، فارسی قصیدہ نعت، فارسی قصیدہ در مدح سید احمدؒ، سلک نور (فارسی مثنوی در توحید)، سلک نور (اردو مثنوی در توحید)، ایک فارسی مثنوی ایک حدیث کی شرح میں۔[12]

شاہ اسماعیل کی مذہبی فکر، مذہبی تنقیدssیں اور متنازعہ آراء

شاہ صاحب نے توحید کی اہمیت، کفر و شرک اور بدعات کی مذمت اور اجتہاد و تقلید میں افراط و تفریط کے رویوں کو اپنی تحریر و تقریر کا خصوصی موضوع بنایا ہے۔ ان کی مذہبی فکر کا بڑا ماخذ خود ان کی کتابیں ہیں، چنانچہ ان کی تحریروں کی روشنی میں ذیل میں اس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالی جائے گی کہ ان کی مذہبی فکر یا مذہبی تنقید میں وہ کون سے مسایل / پہلو تھے جنہیں ہندوستان کے دیگر علماء اہل سنت نے "متنازعہ" یا کم از کم "محل نظر" قرار دیا۔

رد الاشراک اور تقویۃ الایمان کے مباحث و مندرجات

رد الاشراک اور تقویۃ الایمان شاہ صاحب کی کتابوں میں سے وہ بنیادی کتابیں ہیں جن کے مباحث سے نہ صرف آپ کی مذہبی فکر کی بنیادیں سمجھ آتی ہیں بلکہ آپ کی متنازعہ آراء کا بنیادی ماخذ بھی انہیں ہی سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا کتابچہ "رد الاشراک"، جو عربی میں لکھا گیا اور چند صفحات پر مشتمل ہے، کو آپ کی پہلی تصنیف قرار دیا جاتا ہے[13]، جس کے عنوان اور مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتابچہ برصغیر کے مسلمانوں کو شرک و بدعات سے بچانے کے لیے لکھا گیا، کیونکہ اس کے بنیادی موضوعات ہی توحید و شرک، سنت و بدعت اور رسومات کے گرد گھومتے ہیں۔

یہ کتابچہ ایک مختصر مقدمہ جس میں شرک کا معنی و مفہوم اور اس کی شناعت و تردید میں اختصار کے ساتھ بات کی گئی ہے، اور دو ابواب اور ان کی ذیلی فصلوں / قسموں میں اس طرح تقسیم کیا گیا ہے:

باب اول یعنی "باب الاجتناب عن الاشراک،" کے شروع میں مصنف نے شرک کی تردید میں دو آیات اور پانچ احادیث ذکر کی ہیں، اور اس کے بعد اس باب کے تحت مندرجہ ذیل موضوعات کو آپ زیر بحث لائے ہیں:

1، ذکر رد الاشراک فی العلم، 2، ذکر رد الاشراک فی التصرف، 3، ذکر رد الاشراک فی العبادۃ، 4، ذکر رد الاشراک فی العادات۔[14]

باب دوم یعنی "باب وجوب اتباع السنۃ والاجتناب عن البدعۃ،" میں مصنف نے اس موضوع سے متعلقہ چند آیات اور اٹھارہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور پھر وہ مندرجہ ذیل موضوعات کو زیر بحث لائے ہیں:

1، ذکر حقیقۃ الایمان، 2، ذکر الایمان (بالقدر)، 3، ذکر الصحابۃ رضوان اللہ علیھم، 4، ذکر رد بدعات القبور، 5، ذکر رد بدعات التقلید، 6، ذکر بدعات الرسوم۔

یہاں تک کتاب کے مندرجات و مباحث کی نوعیت یہ ہے کہ مصنف ہر بحث کے شروع میں اس سے متعلقہ قرآن مجید کی چند آیات اور پھر ایک معقول تعداد میں احادیث نقل کرتے ہیں، لیکن اپنی طرف سے ان آیات کی تفسیر یا احادیث کی تشریح نہیں کرتے، غالباً اس لیے بھی کہ یہ آیات اور احادیث ان کے خیال میں اتنی واضح ہوں گی کہ مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن "بدعات الرسوم" کی بحث میں شاہ صاحب نے درج ذیل قابل اعتراض رسم و رواج، جو ان کے دور میں مروج تھے، پر تفصیلی کلام کیا ہے:

1، قبروں اور عرس پر گانا بجانا اور لھو و لعب کی محفلیں سجانا؛ 2، حسب و نسب پر فخر کرنا؛ 3، مسلمانوں میں طبقاتی تقسیم ("افراط التعظیم فیما بینھم")؛ 4، حق مہر میں مبالغہ اور شادی بیان وغیرہ جیسی محفلوں میں فضول خرچی کرنا؛ 5، بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھنے کی رسم (اس ضمن میں آپ نے بعض ان صحابیات کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے کسی شرعی وجہ سے ایک زیادہ مرتبہ شادی کی ہے)؛ 6، نوحہ اور سوگ کی رسم؛ 7، زیب و زینت میں افراط و تفریط۔ ان سات عنوانات کے تحت آپ نے قرآن و سنت سے استدلال کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو واضح کیا ہے۔ آخر الذکر عنوان کے تحت آپ نے مزید کئی رسومات (مثلاً کفار کی مشابہت اختیار کرنا، ریشمی اور زردی لباس پہننا، تصویروں کا استعمال، اسبال ازار یعنی ٹخنے سے نیچے تہبند کو لٹکائے پھرنا، سونے کے برتن استعمال کرنا، مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا)، کی ممانعت و حرمت پر تفصیلی کلام کیا ہے۔[15]

یہ کتابچہ بعض علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوا، بطور خاص سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے عملی یا فکری طور پر متاثر حضرات نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔[16] اس کتابچے کے بارے میں کاندھلویؒ لکھتے ہیں: "یہی کتاب سید احمد شہید کے لیے نشان راہ بنی۔ یہی کتاب دعوت توحید، دعوت اتباع سنت اور ترک بدعات و رسوم پر اپنے عہد کی اہم دستاویز ہے۔ اسی کتاب کے مطالب نے وسعت اختیار کی تو وہ "تقویۃ الایمان" کی صورت میں رونما ہوئے اور اسی کتاب کے پیام نے تحریک کی صورت بدلی تو وہ تحریک سید احمد شہید کے قالب میں جلوہ گر ہوئی۔"[17]

نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ نے اس کتابچے میں مذکور احادیث کی تخریج کر کے "الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک" کے عنوان سے اپنی کتاب "قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اھل الاثر" کے ضمیمے کے طور پر اسے شامل کر کے شائع کیا۔[18] شاہ اسماعیل نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی اور اس کے پہلے باب کا اردو ترجمہ بھی خود انہوں نے کر دیا تھا جیسا کہ کئی اہل علم نے لکھا

ہے [19]۔ البتہ دونوں کتابوں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض لفظی ترجمہ نہیں تھا، بلکہ تقویۃ الایمان مصنف کی اپنی "رد الاشراک" کتاب کے پہلے باب کی اردو میں ترجمانی و تشریح ہے اور اس اضافی مواد میں کہیں کہیں "رد الاشراک" کے مباحث میں حک و ترمیم بھی کی گئی ہے [20]۔ "رد الاشراک" کے دوسرے باب کا ترجمہ و تشریح شاہ اسماعیل شہید خود نہیں کر پائے، البتہ ان کے شاگرد مولانا محمد سلطانؒ نے "تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان" کے عنوان سے اسی نہج پر اس باب کے ترجمہ و تشریح کو مکمل کیا جو خود شاہ شہید نے تقویۃ الایمان میں اختیار کیا تھا۔ [21] لیکن اس کے باوجود "تذکیر الاخوان" کو شاہ اسماعیل کی تصنیف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

تقویۃ الایمان، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، بنیادی طور پر مصنف کی اپنی "رد الاشراک" نامی عربی کتابچے کے پہلے باب کی اردو میں ترجمانی و تشریح ہے، لیکن یہ کتاب کب لکھی گئی اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کے بقول یہ کتاب شاہ اسماعیلؒ نے سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد سے وابستگی اور ان کی معیت میں سفر حج دونوں سے پہلے لکھی تھی [22]، لیکن غلام رسول مہر کا گمان یہ ہے کہ شاہ اسماعیلؒ نے اس کتاب میں حرم اور شعائر اسلام کی جو تفصیل درج کی ہے، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید آپ نے سفر حج سے واپسی کے بعد یہ کتاب لکھی ہو [23]۔ لیکن موصوف کی یہ دلیل کمزور معلوم ہوتی ہے۔

مصنف کی پہلی کتاب "رد الاشراک" سے زیادہ "تقویۃ الایمان" عوام میں مقبول ہوئی اور اس کی بہت سی وجوہات تھیں۔ شاہ اسماعیلؒ کا شاہ ولی اللہی خاندان سے نسبت رکھنا، سید صاحب کی تحریک سے وابستگی اختیار کر لینا اور ان کے علمی معاون و مشیر کے طور پر شہرت پانا [24]، (کہ جس تحریک کا ایک مقصد مسلمانوں کے عقاید و اعمال کی اصلاح بھی تھا کہ جس سے شاہ شہید کی کتابیں براہ راست تعرض کرتی ہیں)، اس کتاب کے خطی نسخوں کے علاوہ اس کی اشاعت کے لیے جدید مطبع خانے کی سہولت کو بروقت بروئے کار لانا اور پھر شاہ شہید کا سید صاحبؒ کی تحریک کے ساتھ اپنے مشن پر جان قربان کر دینا چند ایسی وجوہات ضرور ہیں جنھوں نے شاہ صاحب کی زندگی سے لے کر آج تک اس کتاب کی اہمیت کی طرف ہر طبقہ فکر کی توجہ مبذول کروائی ہے۔

اس کتاب کی شہرت کا اندازہ اس کے خطی نسخوں، دیگر زبانوں میں اس کے تراجم، اس کی مختلف شروحات اور اس کے جواب میں مخالفین کی طرف سے لکھی گئی کتابوں کی کثرت سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

شاہ اسماعیلؒ نے تقویۃ الایمان کے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اپنی فکر کی بنیاد براہ راست قرآن وحدیث پر رکھی ہے [25]، یہ الگ بات ہے کہ قرآن وحدیث سے اپنے موقف کے لیے جو فہم و استدلال / اجتہاد آپ نے کیا ہے، اس میں بعض جگہوں پر دوسرے اہل علم نے آپ سے اختلاف بھی کیا ہے۔ آپ کی درج ذیل رائے کو آپ کی مذہبی فکر کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے:

> "ایمان کے دو جز ہیں۔ خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول۔ خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے۔ اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف (کو) شرک۔ دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت۔ سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت

سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔"[26]۔

اس تمہید کے بعد آئندہ سطور میں شاہ صاحب کی مذہبی فکر کے نمایاں پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا تصور شرک

شاہ صاحب نے توحید کی ضرورت و اہمیت پر بہت زور دیا ہے، البتہ توحید کی تعریف اور توضیح میں کلامی مباحث میں بالکل نہیں پڑے، بلکہ نہایت سیدھا سادھا انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے موقف پر قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہے۔ آپ نے توحید کی وضاحت کے لیے یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ یہ واضح کر دیں کہ شرک کیا ہے، اور جب یہ واضح ہو جائے کہ شرک کیا ہے تو پھر اس کا متضاد یعنی توحید خود ہی واضح ہو جاتی ہے کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کے نزدیک "شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا، اس کے نام کا جانور کرنا، اس کی منت ماننی، مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔"[27]

شاہ صاحب نے شرک کی چار اقسام بیان کی ہیں اور یہ وہی اقسام ہیں جو ان سے پہلے شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب تحفۃ الموحدین میں بیان کی تھیں[28]۔ اہم بات یہ ہے کہ ان اقسام کے بیان میں شاہ صاحب نے ہندوستان کے مسلمانوں کی صورتحال کو سامنے رکھا ہے، کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں جو شاہ صاحب کے نزدیک شرک تھیں یا شرک کا دروازہ تھیں، وہ زیادہ تر مقامی ہندوؤں سے میل جول کے نتیجے میں مسلمانوں میں سرایت کر آئی تھیں، چنانچہ آپ ہندوستانی مسلمانوں کے رویوں اور طرز عمل پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "سو سننا چاہیے اکثر لوگ پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو، پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان کی منتیں مانتے ہیں۔ حاجت بر آنے کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ بلا کے ٹالنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوی مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین۔ ان کے جینے کے لیے کوئی ۔۔۔ غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں، وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء و اولیاء سے، اماموں اور شہیدوں سے، فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ۔"[29]

شرک کی پہلی قسم یعنی "شرک فی العلم" (علم میں شرک)، کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ

"ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر برابر ہر وقت رکھنی، دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔ سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے، دور و نزدیک سے پکارا کرے، بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے۔ اس میری کوئی بات چھپی نہیں رہ

سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری اور تندرستی، کشائش اور تنگی مرنا اور جینا، غم اور خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے، جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اور اولیاء سے رکھے، خواہ پیر اور شہید سے، خواہ امام اور امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"[30]

یعنی آپ کی رائے میں اللہ کے علاوہ کسی میں بھی اگر علم غیب کو مانا جائے، خواہ یہ سمجھ کر یہ علم غیب ان کا ذاتی ہے یا عطائی (اللہ کی طرف سے عطا کردہ)، یہ شرک ہے۔ آپ کے معاصر کئی اہل علم حضور نبی کریم ص کے عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھنے کو شرک نہیں سمجھتے تھے، اس لیے آپ نے بطور خاص اس رائے پر تنقید کی ہے اور کئی جگہ پر اس کے شرک ہونے کی مزید وضاحت بھی کی ہے۔[31] کسی غیب کی بات کے بارے میں یہ کہنا کہ " اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے، " آپ کے نزدیک شرکیہ بات ہے۔ صرف شرعی امور کے بارے میں یہ جملہ کہا جا سکتا ہے، " کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا ہے"۔[32]

شرک کی دوسری قسم یعنی "شرک فی التصرف" (تصرف میں شرک) کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل چیزوں پر آپ نے متنبہ کیا ہے:

> اللہ کے سوا نفع و نقصان کا اختیار کسی کے پاس نہیں۔ انبیاء والیاء کو روز قیامت گنہگاروں کی سفارش (شفاعت) کی اجازت دینا بھی اللہ کے اختیار میں ہے، اس لیے انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارشی سمجھ کر پکارنا اور پوجنا شرک ہے[33]۔ اللہ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت کسی کو نہیں دی۔ اس لیے غیر اللہ کو پکارنا، منتیں ماننا، نذر و نیاز کرنا، انہیں سفارشی سمجھنا، انہیں مشکل کشا سمجھ کر مدد کے لیے پکارنا سب شرک ہے[34]، اور جو کوئی یہ شرک کرے تو "ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں"[35]۔

انبیاء و اولیاء سمیت غیر اللہ میں سے کسی کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنے کا عقیدہ رکھنا اور اس میں قدرت تصرف ثابت کرنا شرک ہے، خواہ یہ عقیدہ رکھنے والا یہ مانتا ہو کہ اللہ کے علاوہ باقی سب اس سے چھوٹے، اس کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں[36]۔ اسی طرح اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے غیر اللہ میں سے کسی کو اپنا حمایتی، وکیل یا سفارشی سمجھنا اور اس کا واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنا بھی آپ کے نزدیک شرک قرار پاتا ہے[37]۔ نیز لکھتے ہیں کہ "جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں اولیاء کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں، جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیں، جس کی عمر تمام ہو چکی اس کی عمر بڑھا دیں، سو یہ بات کچھ صحیح نہیں۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ اپنے ہر بندے کی دعا کبھی قبول بھی کر لیتا ہے اور اولیاء انبیاء کی اکثر۔ مگر دعا کی توفیق دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی۔"[38]

"شرک فی العبادات"، کے ضمن میں آپ نے پہلے تو عبادت کی تعریف یہ کی ہے کہ "عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ صاحب نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتائے ہیں"، پھر اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ "اس فصل میں مذکور ہے کہ

قرآن و حدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لیے وہ کام نہ کیجیے کہ شرک لازم آئے۔"[39] اس اصول کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل صورتیں شرک فی العبادت میں شمار کی ہیں: غیر اللہ کو سجدہ کرنا، غیر اللہ کو پکارنا، کسی قبر، تھان یا مکان / جگہ کو کعبہ اور حرم کی طرح مقدس اور قابل احترام و باعث برکت سمجھنا اور اس کے ساتھ وہ رویہ اختیار کرنا جو کعبہ اور حرم کے ساتھ خاص ہے، خاص قصد کرکے اس کا سفر کرنا، وہاں جا کر منتیں پوری کرنا، جانور چڑھانا، غیر اللہ کے نام پر کوئی جانور دینا یا غیر اللہ کی خوشنودی کے لیے جانور ذبح کرنا، غیر اللہ بشمول رسالت مآب علیہ السلام اور حضرت علی کو کائنات کے امور میں مختار (صاحب اختیار) سمجھنا (جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں)[40]، غیر اللہ کی راہ و رسم کو معتبر ماننا اور غیر اللہ کے حکم کو مستند ماننا، غیر اللہ کی تعظیم میں ہاتھ باندھ کر ادب سے قیام کرنا، کسی مکان، درخت، پتھر، لکڑی یا کاغذ کو غیر اللہ کے نام کا ٹھہرا کر پوجنا، کسی کے نام کا چلہ، لحد، چھڑی، تعزیہ، علم، شدہ وغیرہ نکالنا[41]۔ اس فصل میں آپ نے بعض ایسی احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کے وقت مسلمان بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

عادات میں شرک کی بحث میں آپ لکھتے ہیں: "اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا مذکور (کذا) ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے رکھتا ہے اس کی تعظیم طرح طرح سے کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اور کسی سے نہ کرے"[42]۔

عادات میں شرک کی مثالوں میں آپ نے یہ چیزیں شامل کی ہیں: غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز ماننا، غیر اللہ کے نام پر اپنا یا اپنے جانور کا کان چیرنا، غیر اللہ کا خیال (تصور) باندھنا، اولاد کی نعمت کو غیر اللہ کی مرہونِ منت سمجھنا مثلاً نومولود کو کسی کی قبر یا تھان پر لے جانا، کسی کے نام کی چوٹی رکھنا، یا بدھی پہنانا یا بیڑی ڈالنا، یا اس کا ایسا نام رکھنا جیسے نبی بخش، امام بخش، علی بخش، پیر بخش، ستیلا بخش، گنگا بخش۔ کھیتی اور مال مواشی میں سے غیر اللہ کے لیے نیاز کے طور پر کچھ حصہ مختص کرنا، ستاروں کی کائنات میں تاثیر ماننا، وقت کو نیک یا بد سمجھنا، کسی تاریخ، مہینے اور دن کو اچھا یا برا سمجھنا، نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا[43]، شگون / فال لینا، مرنے والے کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ کسی جانور کی صورت میں بن آتا ہے، کسی بیماری کو متعدی سمجھنا[44]، "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ! یعنی اے شیخ عبد القادر! کچھ دو تم اللہ کے واسطے"، کہنا غلط ہے کہ اس سے شرک کی بو آتی ہے، تصویریں بنانا اور گھروں میں سجانا[45]، پیغمبر علیہ السلام کو بشر و بندہ نہ سمجھنا اور ان کی تعریف میں مبالغہ آرائی کرکے خدا کی بے ادبی کرنا۔[46]

اس کے علاوہ بھی کئی عادات کو آپ نے شرکیہ عادات میں شمار کیا ہے، مثلاً:

1۔ ایک حدیث نقل کرکے لکھتے ہیں کہ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے وہ اور کسی کو نہ کہیے، جیسے بادشاہوں کا بادشاہ، مالک سارے جہان کا، خداوند، جو چاہے کر ڈالے، معبود، بڑا داتا، بے پروا، و علیٰ ہٰذا القیاس"۔[47]

2۔ یوں کہنا کہ "اللہ اور رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی۔۔۔ یا جب حاجت قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی قسم کھائے، سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے"۔[48]

3۔ آپ مشکوٰۃ کی ایک حدیث جس میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد، اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط"، کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملادے گو کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مگر یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟ اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول کا یوں حکم ہے، کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتادی ہیں"۔[49]

4۔ غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت سے متعلقہ کچھ حدیثیں نقل کر کے آپ فرماتے ہیں کہ "ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نا کھاوے اور اگر منہ سے نکل جاوے تو توبہ کیجیے اور جس کی قسم کھانے کا مشرکوں میں دستور ہے اس کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے"۔[50]

5۔ غیر اللہ کی منت ماننے کی ممانعت سے متعلقہ ایک حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تو اللہ کے سوا کسی اور کی مَنت نہ مانیے اور جو مانی ہو پورا نہ کیجیے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے، پھر اس پر ہٹ کرنا اور زیادہ گناہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور چڑھاتے ہوں یا پوجا کرتے ہوں یا کسی اور طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہیں، وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جایئے اور کسی اور طرح ان میں نہ شریک ہو، نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان سے مشابہت کرنی خود بری بات ہے"۔[51]

6۔ مشکوٰۃ کی ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی کے حقیقت میں غلام ہیں، سو وہ بھی آپس میں یہ گفتگو نہ کریں کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا مالک۔ پھر جھوٹ موٹ کا بندہ بننا، عبد النبی، بندہ علی، بندہ حضور، پرستار خاص، امر دپرست، آشنا پرست، پیر پرست، اپنے تیئں کہلوانا، ہر کسی کو خداوندِ خدایگاں داتا کہہ بیٹھنا تو محض بے جا ہے اور نہایت بے ادبی، اور اسی بات میں کہنا کہ تم ہمارے جان و مال کے مالک ہو، ہم تمہارے بس میں ہیں، جو چاہو کرو، محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات۔"[52]

7۔ مشکوٰۃ کی ایک حدیث کی شرح میں آپ لکھتے ہیں کہ

> "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال نہ چلو اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ۔ لیکن افسوس کہ ان کی امت کے بے ادب لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے، کیونکہ نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کو یہی کہتے تھے کہ اللہ ان کے بھیس میں ظاہر ہوا اور وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے خدا۔ سو بعینہ یہی بات بعضوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ ڈالی۔۔۔ (پھر آپ نے اس کی کچھ مثالیں نقل کی ہیں)، جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہان کے اور اُس جہان کے حضرت عیسیٰ کے اختیار میں ہیں، جو کوئی ان کو مانے اور ان کی التجا کرے اس کو کچھ بندگی کی حاجت

نہیں، کچھ گناہ اس کو خلل نہیں کرتا، کچھ حلال و حرام کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضروری نہیں، وہ خدا کا سانڈ بن جاتا ہے جو چاہے سو کرے، حضرت عیسیٰ آخرت میں اس کو شفاعت سے بچالیں گے۔ اس طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ہے۔ ان سے اتر کر اماموں کی، اولیاء کی بلکہ ہر ملا مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔"[53]

شاہ اسماعیل شہیدؒ کا تصور بدعت

شاہ صاحب نے اتباع سنت کی خلاف ورزی یا ضد کو بدعت سے موسوم کیا ہے اور ان کے نزدیک شرک و بدعت دو ایسی چیزیں ہیں جو ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ خلل نہیں ڈالتے۔[54] اس لیے شاہ صاحب نے معاشرتی بدعات پر بھی اسی طرح دوٹوک اور سخت تنقیدی رویہ اختیار کیا ہے جو رد شرک میں کیا ہے۔ آپ نے معاشرتی بدعات کے ضمن میں بہت سی مثالیں نقل کی ہیں جہاں مسلمان واضح طور پر ہندوؤں کی نقالی کر رہے ہیں، یا جہالت اور توہم پرستی کی وجہ سے وہ انہوں نے اختیار کر رکھی ہیں۔ اس کی کچھ تفصیل آپ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے حوالے سے پیچھے "رد شرک" میں بھی ضمناً بیان ہوئی ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے "رد الاشراک" میں اختصار کے ساتھ ایک باب بعنوان "باب وجوب اتباع السنۃ والاجتناب عن البدعۃ" قایم کیا ہے اور کچھ نصوص اس ضمن میں جمع کی ہیں جن سے اتباع سنت کی اہمیت اور بدعت کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ ضمنی طور پر آپ نے بدعات قبور پر بھی بطور خاص ایک بحث لکھی ہے جس میں آپ نے کئی ایک متعلقہ حدیثیں نقل کی ہیں، مثلاً:

1) وہ حدیث جس میں تین مسجدوں (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی) کے علاوہ کسی مسجد کے لیے رخت سفر باندھنے کی ممانعت کا ذکر ہے،
2) وہ حدیث جس میں آنحضرت نے اپنی قبر کو میلہ گاہ بنانے سے امت کو منع کیا ہے،
3) نیز وہ روایت جس میں آپ نے اللہ سے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ میری قبر پر قبر پرستی نہ ہو،
4) نیز وہ روایت جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرے جو بہت زیادہ قبروں پر جاتی ہیں، وہ حدیث جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو "مسجدیں" (سجدہ گاہ) بنالیا،
5) وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں نے اپنے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو "مساجد" بنالیا مگر تم قبروں کو "مساجد" نہ بنانا،
6) وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھوں اور ان کی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھو،
7) وہ حدیث جس میں حضرت علی نے آنحضرت کے حکم سے مدینہ میں موجود تھان (وثن) تباہ کیے اور اونچی قبروں کو کم کیا،
8) وہ حدیث جس میں آپ نے قبروں کی میناکاری (زیبایش) کرنے، ان پر عمارت بنانے اور ان پر (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے،

9) وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل حبشہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں کہ ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوتا تو لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے تھے اور مرنے والے کی تصویریں بنا کر انہیں اس مسجد میں آویزاں کرتے،

10) وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پتھر اور مٹی کو چادریں (نمط) نہ پہناؤ،

11) وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ نے قبروں پر چراغ کرنے والوں پر لعنت کی ہے،

12) وہ حدیث جس میں ہے کہ زمین ساری کی ساری مسجد کے حکم میں ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔[55]

شاہ صاحب نے مذکورہ بالا باب کے تحت جو نصوص ذکر کی ہیں، ان کی تشریح نہیں کی اور نہ ہی تقویۃ الایمان کی طرح "ردالاشراک" کے اس حصہ کی اردو میں تفصیلات لکھی ہیں، لیکن سیاق وسباق سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ نے ان نصوص کو ان کے ظاہری مفہوم میں لیا ہے اور متعلقہ تمام حدیثوں کو مستند مانتے ہوئے ان کے ظاہری مفہوم کے مطابق ان رسومات کو بدعات میں شمار کیا ہے جو مقامی لوگ قبروں اور مزاروں پر انجام دیتے تھے۔ البتہ آپ نے اپنی بعض دوسری تحریروں مثلا "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح"، اور "صراط مستقیم" میں کئی جگہ اس حوالے سے کئی چیزیں واضح طور پر بدعات شمار کی ہیں۔ اول الذکر کتاب تو مکمل طور پر معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات کی تردید کے لیے آپ نے لکھی، جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں آپ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ کتاب کے مقدمہ آپ نے بدعت کی مذمت اور اس سے اجتناب اور سنت و اتباع سنت کی اہمیت پر مختلف احادیث نقل کی ہیں اور ان کی تشریح بھی کی ہے۔ آپ کے نزدیک جو اعمال آنحضرت علیہ السلام کے دور میں تھے اور آپ نے ان کی اجازت دی یا خود عمل کیا یا دوسروں کو عمل کرتے دیکھا مگر منع نہ فرمایا تو یہ امور سنت کے دایرہ میں داخل سمجھیں جائیں گے، لیکن وہ امور جو آپ علیہ السلام اور آپ کے بعد خیر القرون میں موجود نہیں تھے یا موجود تو تھے مگر ان پر تنقید و تنکیر کی گئی تو وہ سنت سے خارج اور بدعت میں شامل سمجھیں جائیں گے۔[56]

اسی طرح "ماانا علیہ واصحابی" والی حدیث کے ضمن میں آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ جو چیز عہد صحابہ میں مجموعی عمل کے طور پر پائی جائے وہ بھی اس حدیث کی رو سے سنت کے دایرہ میں شامل ہو گی، لیکن اگر وہ صحابہ کے مجموعی طرز عمل میں نہ ہو مگر انفرادی طور پر کسی نے اسے کیا ہو، جیسا کہ عہد عمر میں ایک اعرابی نے حضور علیہ السلام کے مزار مبارک سے بارش کی دعا کی حالانکہ یہ چیز اس وقت معاشرے میں مروج نہ تھی، تو ایسی چیز بھی بدعات (محدثات) میں شمار ہو گی، جیسا کہ آپ کے بقول رئیس العلماء حضرت شاہ عبد العزیز نے اسے بدعت شمار کیا ہے۔[57]

آپ نے مزید دو احادیث کی روشنی میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ چیزیں بدعات (محدثات) میں شمار ہوں گی جو دینی وشرعی امور کی قبیل سے ہیں نہ کہ وہ جو خالصتاً دنیاوی امور سے ہیں، البتہ آپ کے نزدیک دینی امور کے دایرہ میں "عقاید حقہ، اخلاق حسنہ، مقامات، حالات، واردات قلبیہ، اقوال لسانیہ، افعال جسمانیہ" سب شامل ہیں خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا عادات سے یا معاملات سے، بس شرط یہ ہے کہ شریعت نے اس باب میں انسانوں کی ظاہری یا باطنی اصلاح کے لیے کوئی احکام / ہدایات جاری کی ہوں۔ پھر آپ نے مشکوٰۃ کے حوالے سے کئی احادیث ذکر کی ہیں جن میں شریعت نے عبادات کے علاوہ معاملات اور اخلاقیات میں بھی انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہدایات دی ہیں۔ اس بحث کا خلاصہ آپ نے یہ نکالا ہے کہ "بدعت اصلیہ یہ ہے کہ جو عقیدہ، مقام، حال، واردات، عبادت، عادت، اور معاملہ محدث (نیا) ہو (یعنی دین میں اس کا ثبوت نہ ہو) اور اسے اختیار

کرنے والا اسے آخرت میں نافع سمجھ کر اختیار کرے یا آخرت میں مضر سمجھ کر اس سے اجتناب کرے، یا اسے کسی عبادت یا معاملے کو انجام دینے یا گریز کرنے میں رکن یا شرط سمجھے تو اسے بدعت اصلیہ قرار دیا جائے گا"۔ اور خالصتاً دنیاوی امور سے متعلقہ چیزوں، جیسے جدید طرز لباس اور جدید طرز رہائش گاہ وغیرہ، کو شاہ صاحب نے بدعت اصلیہ کے مقابلہ میں بدعت وصفیہ نام دیتے ہوئے مباح قرار دیا ہے۔[58]

مقدمہ میں سنت وبدعت کی مبادیات کے بعد آپ نے اختصار کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ دینی امور کس طرح دینی وشرعی قرار پاتے ہیں اور اس ضمن میں زمان، مکان، اعمال، وظایف، اور اعداد وحدود کو شارع نے عبادات ومعاملات میں کس طرح متعین کیا ہے اور کیوں شارع کے بغیر عقل ورائے سے یہ امور طے کرنا ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ان تمام امور جنہیں آپ نے دینی امور کے دایرہ میں داخل کیا ہے، کے دینی ہونے کی کیفیت واصلیت سے تعرض کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کتاب کے بقیہ حصہ میں غیر دینی امور یا دوسرے لفظوں میں بدعات کو زیر بحث لائے ہیں۔

عقاید کے باب میں فلسفیانہ مباحث، جن میں وحدۃ الوجود اور شہود وغیرہ کو بھی آپ نے شامل کیا ہے، کو آپ نے بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے بشرطیکہ انسان ان مباحث کو دینی عقاید کا حصہ سمجھ کر ان کے درپے ہو۔ اسی طرح مقامی تصوف میں موجود مندرجہ ذیل چیزوں کے حصول وسعی کو آپ نے بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے: فنائے علمی، انسلاخ، اضمحلال، عالم امثال کی غیبی چیزوں کا کشف، واردات وجد وحال، غیبت، استغراق، سکر، شطح، تاثیرات کونیہ ونفسانیہ کا حصول، دل کی باتوں کو معلوم کرنا، حاضرین کے دلوں میں گرمی ڈالنا، علم دعوت اسمائے حسنی، تبرک جلالی وجمالی کا حصول۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں اس لیے بدعت حقیقہ ہیں کہ ان کے درپے ہونے والا انہیں قرب خدا کا ذریعہ اور شریعت میں مطلوب "احسان" کی قبیل سے سمجھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔[59]

آپ فرماتے ہیں کہ "معین کرنا وظیفوں اور ذکروں اور ریاضتوں اور تنہائیوں اور چلوں اور نفل عبادتوں کا، اور معین کرنا جہری وسری اذکار کا، اور ضربوں اور عددوں اور برزخی مراقبوں کا، اور ایسی عبادتوں / طاعتوں کا اہتمام کرنا جو نفس کے لیے مشکل ہیں، یہ سب بدعات حقیقیہ ہیں کیونکہ اکثر عامۃ الناس انہیں شریعت / عبادت کا درجہ کمال سمجھتے ہیں اور جو خواص انہیں اصل دین وشریعت کی طرف کھینچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں (نہ کہ اصل شریعت)، اس اعتبار سے مذکورہ چیزین بدعات حکمیہ میں شمار ہوں گی"۔ البتہ ان کی بعض صورتوں کو جنہیں بعض اہل علم خاص شرائط کے ساتھ بطور مصلحت کرتے یا کرواتے ہیں، کو آپ نے بدعات میں شمار نہیں کیا۔[60]

شاہ صاحب کے نزدیک مندرجہ ذیل امور، جو ان کے دور میں رواج پذیر تھے، بھی بدعات میں سے ہیں:

"مختلف اعداد، اوقات، اشخاص اور اجناس کو خاص کر کے ختم دلوانا، محفل سماع کرنا، محفل کتاب / قرآن خوانی کرنا، مرثیہ وماتم کرنا، تعزیہ کرنا اور شدہ اور علم بنانا، محرم / عاشورے میں امام حسین کو ذکر شہادت منانا، چہلم اور سائم کی رسم منانا، زیارت قبور کے لیے اجتماع بلانا اور عرس کرنا، اور وقت مقرر کر کے قبر پر جانا اور مراقبہ کرنا اور وہاں جمع ہو کر قرآن خوانی کرنا، میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے لیے ایک وقت مختص کرنا، اور فاتحہ اور اخلاص پڑھنا، تعظیم کرنا صدقہ فاتحہ دی ہوئی چیز کا اور کسی

جنس اور اس کے مصرف کو صدقہ کے لیے مختص کرنا، اور مدد چاہنا اہل قبور سے اور بوسہ دینا قبروں کا، اور ان کا طواف کرنا، ان کی چوکھٹ چومنا، ان کی طرف رخ کر کے تعظیم کی نیت سے قیام کرنا، ان پر پھولوں والی چادر اور غلاف ڈالنا، قبروں کو غسل دینا اور وہاں روشنی کرنا، قرب خدواندی کی نیت سے وہاں اجتماع کرنا، مردوں کے نام پر 'نماز ہول' ادا کرنا اور میت کی تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا، اور اسی طرح کی اور بہت سے ملتی جلتی چیزیں ہیں جو بدعات حقیقیہ میں شمار ہوتی ہیں، کیونکہ اہل زمانہ عبادت کی نیت سے یہ امور انجام دیتے ہیں۔ مگر بعض اخص الخواص کے نزدیک یہ کام جو ذکر کیے گئے ہیں، محض لغو ہیں کیونکہ یہ بسبب موافقت اہل زمانہ کے عمل میں لائے جاتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک یہ سب کام اگر 'شبہات شرعیہ اور منکرات دینیہ' میں سے نہیں ہیں تو پھر بدعات حکمیہ میں سے تو ضرور ہیں"۔[61]

آپ کے بقول، وہ امور جن کو بعض متاخر فقہاء وصوفیہ نے محض اس گمان کی بنا پر مستحسن قرار دیا کہ ان سے کچھ دینی منافع اور شرعی مصلحتیں حاصل ہو سکتی ہیں جبکہ ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں تھی کہ وہ عبادات یا معاملات میں سے کوئی نئی چیز اختراع کریں یا اصول دین میں سے کسی مشروع اصول کی اپنی طرف سے خاص حدود متعین کریں تاکہ وہ اس طرح کوئی ایسی چیز متعارف کرائیں جو خیر القرون میں نہیں تھی یا کوئی چیز ختم کریں جس کا رواج خیر القرون میں موجود تھا، مثلاً جیسے نماز معکوس کا اہتمام کرنا، **ائمہ مجتہدین میں سے کسی معین امام کی تقلید شخصی کو واجب قرار دینا**، زندہ لوگوں کا مردوں کے لیے اپنی عبادات کا ثواب ہبہ کرنا، عددوں، ضربوں اور جلسوں کے ساتھ مخصوص اوضاع میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا۔۔۔ یہ سب بدعات حقیقیہ میں سے ہے۔[62]

آپ فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن وحدیث کو محض تبرک کی چیز سمجھتے ہیں، اور اس کے ظاہری مفاہیم کو چھوڑ کر قیاسی مسایل اور کشف واستغراق کی بحثوں میں وقت لگاتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑتے ہوئے، اور جہاد باللسان اور جہاد بالسیف سے لاپروئی کرتے ہوئے مختلف نئے کاموں کو دین میں ایجاد کرتے ہیں اور پھر انہیں احکام شرعیہ، عبادات دینیہ اور مناقب ایمانیہ میں شامل کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ سب بدعات حقیقیہ میں سے ہیں۔[63] اسی طرح اپنے دور کے علماء کے ان علمی رویوں پر آپ نے تنقید کی ہے جن سے اللہ کا قرب مطلقاً حاصل نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود اہل علم ان میں عمریں کھپا دیتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> "علوم الٰہیہ میں تجر علمی کے لیے اپنے آپ کو غرق کر لینا، منطق وفلسفہ وکلامی مباحث میں تدقیق پیدا کرنے میں لگے رہنا، اصولیوں، متکلموں اور فقہیوں کے لٹریچر میں گہرے غور وخوض میں لگے رہنا، فن مناظرہ وجدل اور توجیہ وطرق کے ابواب میں مہارت وعقلمندی پیدا کرنے میں لگے رہنا تاکہ دوسروں پر تفاخر کر سکیں، نادر شعروں، علم عروض کے قاعدوں اور فرضی اور ناممکن الوقوع فقہی مسایل کی ضابطہ بندی کی مشقیں کرنا، اور اپنے آپ کو فن ریاضیات، فن تاریخ، فن تکثیر، فن نقش اور اسی طرح کے فنون میں ہمہ تن مصروف کر لینا یہ سب کام زمانے کے عقلمندوں کے لیے بدعات حکمیہ میں سے ہیں، کیونکہ یہ کام نہ تو اللہ کا قرب دلاتے ہیں اور نہ شرعاً قابل تعریف ہیں، جبکہ ان کے حصول میں لوگ اس

طرح عمر ضائع کرتے ہیں جس طرح طالب حق اپنی عمر دین کی مبادیات اور احکام شرعیہ کی معرفت میں صرف کرتے ہیں۔"[64]

گویا آپ نے علوم آلیہ پر بھی نقد کیا ہے، تاہم ان علوم میں سے صرف اتنی مقدار کو آپ نے درست قرار دیا ہے جو قرآن و سنت کے ظاہر کو سمجھنے میں معاون ہے۔[65] اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے عقلمند اور اپنے آپ کو علماء کہلانے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان غیر ضروری علوم عقلیہ میں اپنی عمریں ضائع کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں، جبکہ جاہل طلبہ کا یہ حال ہے کہ وہ مذکورہ جہالت کے کاموں کو عین علم سمجھے بیٹھے ہیں اور عمر ضائع کرنے اور بے وقوفی کی راہ اختیار کرنے کو عین عبادت اور قرب خدواندی کا ذریعہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ ان کی نسبت یہ سب کام بدترین بدعات حقیقیہ اور فحش ترین منکرات شرعیہ میں سے ہیں اور جو کچھ طلب علم اور علماء کے فائدے کی چیز سنت رسول (علیہ السلام) میں مذکور ہے، اس (کے حاصل کرنے والوں) کی مثال ایسے سپاہیوں کی سی ہے جو نہایت فرمانبردار اور خدمت گزار ہیں اور اس وجہ سے وہ بڑے بڑے سلاطین اور عالی قدر امراءِ حکومت کے ملازم ہیں۔[66] اس کے بعد آپ نے مصلحت کی شرعی حیثیت پر گفتگو کی ہے اور مصلحت اور بدعت میں فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض معاشرتی رسومات بالخصوص مرگ پر ختم، سویم، چہلم وغیرہ کے بدعت ہونے کی بات کی ہے۔[67]

بدعت کے بدعت اور قابل مذمت ہونے کو آپ نے ایک اور پہلو سے بھی واضح کیا ہے، چنانچہ آپ کے نزدیک جو چیز عہد صحابہ میں مروج/شائع نہیں تھی، مگر کسی ایک آدھ صحابی سے اس کا ثبوت ملتا ہو اور دوسری طرف قرآن و سنت اور قیاس صحیح سے بھی وہ چیز ثابت نہ ہو تو وہ چیز شاذ/نادر قرار دی جائے گی، جیسے عہد عمر فاروق (رض) میں ایک اعرابی کا اہل قبور سے استمداد کا واقعہ، حضرت عائشہ (رض) سے منقول خواتین کا قبروں کی زیارت کر لینے کا مسئلہ، حضرت ابن عباس (رض) سے منقول نکاح متعہ اور وضو میں پاؤں پر مسح کر لینے کا جواز، عود بجانا جو عبد اللہ بن جعفرؓ سے منقول ہے، مطلقہ ثلاثہ کا نکاح ثانی ، جس میں خلوت تامہ نہ ہو، کے باوجود پہلے شوہر سے نکاح کا جواز جیسا کہ سعید بن مسیبؒ سے منقول ہے، اسی طرح کی اور کئی چیزیں جو اس وقت ظاہر ہوئیں مگر ان پر اہل حق نے اعتراض کیا۔۔۔ تو یہ چیزیں بدعات حقیقیہ سے ہیں بشرطیکہ ان کا قایل انہیں سنت نبوی سمجھ کر ان حضرات کی پیروی نہ کرے۔ اور بصورت دیگر یہ بدعات حکمیہ میں سے تو ضرور ہیں اگر بالفرض یہ ممنوعات شرعیہ میں سے نہیں ہیں۔[68]

اسی طرح آپ کے نزدیک "متقدم مجتہدین کے وہ فقہی استنباطات جن میں ان کے اجتہاد کو مبنی بر قیاسات صحیحہ ہونے کی وجہ سے تسلیم کیا گیا ہے وہ سنت حکمیہ کی قبیل سے ہیں، لیکن متاخرین فقہاء و صوفیہ کے اکثر قیاس جن کی کتب فقہ و سلوک میں بھرمار ہے، بدعات کی قبیل سے ہیں، لیکن ان کے اکثر پیروکار ان قیاسات کو احکام شریعت اور اسرار طریقت میں شمار کرتے ہیں۔ یہ طبقہ اپنے دفاع میں جو دلائل پیش کرتا ہے اس کی حیثیت شعری لطیفوں اور خیالی نکتہ بازی کی سی ہے۔" اس ضمن میں آپ نے اس طبقہ فقہاء وصوفیہ کے قیاسات کی بعض مثالیں بھی ذکر کی ہیں، جیسے یہ قیاس کہ متقدم فقہائے مجتہدین میں سے کسی معین امام کی تقلید کو واجب کہنا یا شیوخ طریقت میں سے کسی معین شیخ کی بیعت کو لازم قرار دینا، اول الذکر کو امام وقت کی

اطاعت پر قیاس کرتے ہوئے اور ثانی الذکر کو امام وقت کی بیعت کے لازمی ہونے پر قیاس کرتے ہوئے۔ اسی طرح قبر کو بوسہ دینے کو میت کو بوسہ دینے پر قیاس کرنا بھی آپ کے نزدیک غلط ہے۔[69]

جو چیزیں بدعت نہیں ہیں!

شاہ اسماعیلؒ کے نزدیک خالصتاً دنیاوی امور سے متعلقہ چیزیں، جیسے جدید طرز لباس اور جدید طرز رہائش گاہ وغیرہ، بدعت اصلیہ / حقیقیہ نہیں ہیں، اگرچہ جدت کے پیش نظر انہیں بدعت وصفیہ کہا جا سکتا ہے، مگر یہ مباح امور میں شمار ہوتی ہیں۔[70] اسی طرح جو چیزیں دینی امور سے کسی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں اور بظاہر ان کے بدعت ہونے کا شبہ ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ بدعت نہیں، ان کی تفصیل بھی مصنف نے بیان کی ہے، مثلاً جیسے جمع قرآن، ترتیب سُوَرِ قرآن، نماز تراویح کی ابتداء، اعراب قرآن، تصنیف کتب حدیث، رواۃ حدیث کی جرح و تعدیل، بقدر ضرورت فقہی احکام کے استنباط میں مشغول ہونا، وغیرہ۔ اسی طرح مصنف نے نحوی و فقہی قواعد و ضوابط، احکام شرعیہ کی تقسیم، قیاس صحیح وغیرہ کے بارے میں بھی واضح کیا ہے کہ یہ چیزیں سنت حکمیہ میں سے ہیں، بدعت نہیں ہیں۔[71]

آپ نے امور دینیہ کے وسایل و ذرائع میں سے جایز اور ناجایز وسایل پر تفصیلی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کون سے وسایل و ذرائع ایسے ہیں کہ وہ بدعات میں شمار ہوتے ہیں اور کون سے بدعات میں شمار نہیں ہوتے۔[72] اسی طرح آپ نے مختلف علوم و فنون، پیشوں، کھیلوں، اور فنون لطیفہ بطور خاص، کے بدعت ہونے یا نہ ہونے پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔[73] وہ فنون جن سے معاشی فوائد مقصود ہوں، جیسے علم طب، حساب وغیرہ، کا حصول آپ کے نزدیک بدعت میں داخل نہیں۔[74] اس کے بعد آپ نے بدعت کے شرعی حکم، بدعت کے حسن و قبح وغیرہ سے متعلقہ تفصیلات پیش کی ہیں جو کئی صفحات پر محیط ہیں۔[75] پھر بدعت کے بدعت ہونے یا نہ ہونے پر وارد اعتراضات و شبہات پر بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔[76]

بدعت کے مرتکب پر علی الاطلاق "بدعتی" کا حکم لگانے کی مذمت

شاہ اسماعیلؒ کے نزدیک بدعت کے مرتکب پر علی الاطلاق "بدعتی" کا حکم لگانا درست نہیں، چنانچہ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

"جس طرح شریعت میں بعض اعمال کو کفر اور نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے مگر ان کے مرتکب مسلمان کے لیے کافر یا منافق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسے مسلمان پر وہ قرآنی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کفار اور منافقین کی بابت بیان ہوئے ہیں، اسی طرح بدعات کے مرتکب کو مطلقاً بدعتی قرار دینا غلط ہے، کیونکہ جن چیزوں کو کفر و نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ایک مسلمان ان چیزوں سے اجتناب کرے، بالکل اسی طرح جو چیزیں بدعت حقیقی یا بدعت حکمی ہیں، ان کے بیان کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک مسلمان ان بدعتوں سے بھی اجتناب کرے اور ان کی جگہ صحیح راہ سنت اختیار کرے۔ اور یہ جو احادیث میں بدعتیوں کے اعمال ضائع ہونے، ان کی عزت و توقیر نہ کرنے، ان کی عیادت کرنے اور ان کی مجلس میں جانے سے اجتناب کرنے، ان سے میل جول رکھنے کی ممانعت، اور ان سے سلام دعا کی ممانعت کی بات کی گئی ہے، ان متعلقہ احادیث کا ان مسلمانوں پر علی الاطلاق اجرا نہیں کرنا چاہیے جن میں ہماری ذکر کردہ بدعات میں سے کوئی بدعت پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ہم پناہ مانگتے ہیں کہ منصف حق اس سلسلہ میں کسی زیادتی اور غلو کا ارتکاب کرے۔"[77]

نتائج بحث

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (1193ھ /1779ء۔1246ھ /1831ء) بن شاہ عبد الغنیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے تھے اور بنیادی طور پر انہی کی فکر سے متاثر تھے اگرچہ آپ نے اسلامی علوم کی باقاعدہ تحصیل اپنے چچاؤں سے کی تھی۔ ولی اللہی خاندان نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں ایک اہم علمی و فکری کردار ادا کیا ہے جس کا بھرپور اعتراف تمام دینی حلقوں نے کیا ہے، تاہم شاہ اسماعیلؒ کے بعض افکار، بطور خاص آپ کی فکر کا وہ حصہ جو تقویۃ الایمان کی شکل میں سامنے آیا، نے نہ صرف آپ کی شخصیت کو متنازعہ بنا دیا بلکہ اس کے رد عمل میں آپ کے خاندان کی باقی علمی خدمات پر بھی سوالیہ نشان اٹھائے گئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، اور ان کی فکر سے متاثر حضرات اس رد عمل میں پیش پیش تھے۔ لیکن دوسری طرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شاہ ولی اللہی خاندان سے رشتہ داری، سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے وابستگی، اصحاب و تلامذہ کا وسیع تر حلقہ، راہ حق میں جان و مال کی قربانی اور نشر و اشاعت کے جدید اور تیز ترین ذرائع کی دستیابی وغیرہ کچھ ایسے اسباب تھے جو شاہ اسماعیلؒ کی فکر کو ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلانے میں کافی معاون ثابت ہوئے، اور آپ کے پیچھے اس خطے میں تشکیل پانے والے دیوبندی اور اھل حدیث مسالک / مکاتب نے آپ کی فکر کے بہت سے پہلوؤں کو قبول کیا۔ اس قبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاہ اسماعیلؒ سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد، جس میں مذکورہ دونوں مسالک کی نمایندگی پائی جاتی تھی، میں ان کے دست راست کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ہی معرکہ بالا کوٹ میں آپ نے بھی شہادت کا رتبہ پایا۔ لیکن دوسری طرف شہادت کے بعد بھی آپ کی متنازعہ حیثیت میں فرق نہیں آیا۔ آپ کے بارے میں آپ کے حامی اور مخالف دونوں طبقوں نے اچھا خاصا مناظرانہ لٹریچر / ادب تیار کیا ہے۔ اس مقالے میں اس حوالے سے ایک علمی تجزیہ پیش کیا جائے گا کہ آپ موصوفؒ کے دینی و مذہبی فکر کیا تھی اور اس نے ہندوستان کی علمی و فکری تاریخ پر کیا اثرات مرتب کیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] مثلاً دیکھیے: سر سید احمد خان، آثار الصنادید (دہلی: مطبع نول کشور، س ن)4:57۔

See: Sir Syed Ahmad Khan, Asar al-ṣanādīd (Delhi: Newal Kishore Press, n.d.) 4:57.

[2] ان کی سوانحی تفصیل کے لیے دیکھیے، عبد الحی حسنی، نزھۃ الخواطر (حیدر آباد: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، س.ن.)، ج7، ص56-57؛ شیخ محمد اکرام، موج کوثر (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1979)؛ منظور احمد نعمانی، الفرقان شہید نمبر، جلد3، شمارے 8،9 (بریلی: 1936)۔

For his biographical details, see: Abd al-Hayy Hosni, Nuzhat al-Khwātir, (Hyderabad: Majlis Dairat al-Maarif al-Uthmaniyah, n.d.), v. 7, pp. 56-57; Sheikh Muhammad Ikram, Moj Kawsar (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1979); Manzoor Ahmad Naumani, Furqan, Shaheed No., v. 3:8-9, (Bareilly: 1936).

[3] پیام شاہجہانپوری، حیات اسماعیل شہیدؒ (لاہور: ادارہ تاریخ و تحقیق، 1973)، ص63-64۔

Payam Shāhjahānpurī, Hayāt-e-Ismāīl Shaheed (Lahore: Institute of History and Research, 1973), pp. 63-64.

[4] حسنی، نزھۃ الخواطر، ج7، ص57۔

Hosni, Nuzhat al-Khwātir, v.7, p.57.

[5] نور الحسن راشد کاندھلوی (مرتب)، سہ ماہی احوال و آثار، اشاعت خاص بعنوان: شاہ محمد اسماعیل شہید اور تقویۃ الایمان کے خلاف برپا شورش، تاریخ و حقیقت کے آئینہ میں (انڈیا: حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، یو-پی، اکتوبر-دسمبر 2008، جنوری–مارچ 2009)، شمارہ 20-21، ص42.

Noorul Hasan Rashid Kandhalvi (Compilation), Quarterly Ahwāl Wa Athār, special publication titled: Revolt against Shah Muhammad Ismail Shaheed and Taqwiyyat al-Iman, in the Mirror of History and Reality (India: Hazrat Mufti Elahi Bakhsh Academy, Kandhala, Muzaffarnagar, U.P., October-December 2008, January-March 2009). Issue 20-21, p. 42.

[6] ایضاً

Ibid.

[7] شاہجہانپوری، حیات اسماعیل شہیدؒ، باب چہارم۔

Shāhjahānpurī, Hayāt-e-Ismāīl Shaheed, Chapter 4.

[8] ابویحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے حدیثِ ہند (دہلی: جدید پریس، 1938)، ص82-83۔

Abu Yahya Imam Khan Nowshravi, Translations of the Scholars of Hadith of India (Delhi: Jadid Press, 1938), pp. 82-83.

[9] ایضا، 84۔

Ibid, p. 84.

[10] Abdullah Butt, aspects of Shah Ismail Shahid (Lahore: Qaumi Kutub Khana, 1943), p. 43.

[11] غلام رسول مہر، جماعتِ مجاہدین (لاہور: کتاب منزل، 1955)، ص124۔

Ghulam Rasool Mehr, Jamaat-i-Mujahideen (Lahore: Kitab Manzil, 1955), p. 124.

[12] مثلاً دیکھیے مقدمہ تقویۃ الایمان، در: شاہ اسماعیل شہید، مرتب، غلام رسول مہر (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، س.ن.)، ص14-15۔

See: the introduction of book, Taqwiyyat al-Iman, written by Shah Ismail Shaheed, compiled by Ghulam Rasool Maher (Lahore: Al-Muktab al-Salafiyyah, n.d.), 14, 15.

[13] دیکھیے: کاندھلوی، سہ ماہی احوال و آثار، ص66۔ نیز موصوف نے اس کتاب کی شاہ صاحب کی طرف نسبت اور اس کے مختلف خطی نسخوں کی تفصیلات پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

See: Kandhalvi, Quarterly Ahwāl Wa Athār, p. 66. The writer has also discussed extensively the relation of this book to Shah Sahib and the details of its various manuscripts.

[14] کتاب کے مقدمہ میں شاہ شہیدؒ نے شرک کی دو بنیادی قسمیں بیان کی ہیں، یعنی: اشراک فی العلم اور اشراک فی التصرف۔ پھر آپ نے اشراک فی العبادات اور اشراک فی العادات کو مؤخر الذکر کی ذیلی اقسام قرار دیا ہے۔ ص،17۔

In the introduction of the book, Shah Shaheed has described two basic types of Shirk, namely: al-Shirk fi ilm and al-Shirk fi al-Tasarruf. Then he mentioned Ishrak fi al-Ibaadat and Ishrak fi al-Adaat as sub-types of the latter. p. 17.

[15] شاہ اسماعیل، ردالاشراک (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، 1988)، 125 تا 173۔

Shah Ismail, Radd al-Ishrak (Lahore: Al-Maktab al-Salfiyyah, 1988), pp. 125–173.

[16] اس دور کے بہت سے قلمی نسخوں کا اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ دیکھیے: کاندھلوی، سہ ماہی احوال و آثار، ص 73-74

Many manuscripts of this period have been mentioned by scholars. See: Kandhalvi, Quarterly Ahwāl Wa Athār, pp. 73-74.

[17] ایضاً، 66-67۔

Ibid, pp. 66-67.

[18] دیکھیے: نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ، "قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اھل الاثر" (کانپور: مطبع نظامی، 1290ھ)۔

See: Nawab Siddique Hasan Khan Qanoji, Qatf Al-Thamr fi Biyan Aqeedah Ahl al-Athr" (Kanpur: Nizami Press, 1290 AH).

[19] سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید (لکھنو: یونائیٹڈ انڈیا پریس، 1941)، ص 354۔

Syed Abul Hasan Ali Nadvi, Seerat Syed Ahmad Shaheed, (Lucknow: United India Press, 1941), p. 354.

[20] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: کاندھلوی، سہ ماہی احوال و آثار، ص 81۔

For more details see: Kandhalvi, Quarterly Ahwāl Wa Athār, p.81.

[21] محمد سلطان، شاہ اسماعیل شہید: تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان (انڈیا: کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)، ص 2۔

Muhammad Sultan, Shah Ismail Shaheed: Tazkeer Al-Ikhwan Baqiyyah Taqwa-i-Iman (India: Kutab khana Rahimiya, Deoband), p.2.

[22] کاندھلوی، سہ ماہی احوال و آثار، ص 84۔ مولانا کاندھلوی نے اپنے موقف کی تائید میں خاصی طویل بحث کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

Kandhalvi, Quarterly Ahwāl Wa Athār, p. 84. Maulana Kandhalvi has given a detailed discussion in support of his position which is worth reading.

[23] مثلاً دیکھیے مقدمہ تقویۃ الایمان، در: شاہ اسماعیل شہید، تقویۃ الایمان، مرتب، غلام رسول مہر (لاہور: اہل حدیث اکاڈمی، 1971)، ص 19۔

See: the introduction of Taqwiyyat al-Iman, compiled by Ghulam Rasool Mehr, p. 19.

[24] سید صاحب کی تحریک جہاد میں شامل ولی اللہ خاندان کے دو فرد یعنی مولانا عبدالحیؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ، تمام اہم علمی خدمات انجام دیتے تھے، جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

Two members of the Waliullah family involved in Syed Sahib's Jihad movement namely Maulana Abdul Hai and Shah Ismail Shaheed performed all important scholarly services, as mentioned earlier.

[25] شاہ اسماعیل شہید، تقویۃ الایمان، 22۔

Shah Ismail Shaheed, Taqwiyyat al-Iman, p. 22.

[26] ایضا، ص24

Ibid, p.24.

[27] ایضا، ص28

Ibid, p.28.

[28] شاہ ولی اللہ، تحفۃ الموحدین، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 1962)۔

Shah Wali Ullah, Tuhfat al-Muahhidin (Lahore: Al-Muktab al-Salfiyyah, 1962).

[29] تقویۃ، ص25۔

Taqwiyyah, p. 25.

[30] تقویۃ، ص30

Taqwiyyah, p. 30.

[31] مثلاً دیکھیے، ص44 تا 46۔

Ibid, pp. 44-46.

[32] ایضا، ص89

Ibid, p.89.

[33] ایضا، ص26

Ibid, p.26.

[34] ایضا، ص31

Ibid, p.31.

[35] ایضا، ص28

Ibid, p.28.

[36] ایضا، ص28

Ibid, p.28.

[37] ایضا، ص27-28؛ نیز دیکھیے: 54 تا 58۔

Ibid, pp.27-28; pp. 54-58.

[38] ایضا، ص60۔

Ibid, p.60.

[39] ایضا، ص64۔

Ibid, p.64.

[40] ایضا، ص68

Ibid, p.68.

[41] ایضا، ص64 تا74۔

Ibid, pp. 64-74.

[42] ایضا، ص75

Ibid, p.75.

[43] آپ کے بقول: "نجومی، رمال، جفار، فال دیکھنے والے، نامہ نکالنے والے، کشف اور استخارے کا دعویٰ کرنے والے اسی (شرک) میں داخل ہیں"۔ شاہ اسماعیل، تقویۃ، ص82

According to him: "Astrologers, Ramal, Ja'far, fortune tellers, kashf and istikhara are included in this (polytheism)". Shah Ismail, Taqwiyyah, p. 82.

[44] ایک حدیث جس سے بظاہر یہ مفہوم سمجھ آتا ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی، سے استدلال کرتے ہوئے آپ یہ رائے قایم کرتے ہیں کہ "اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے کہ جس لڑکے کو چیچک نکل آئے، اس سے پرہیز کرتے ہیں اور لڑکوں کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے کہ کہیں اس کے بھی نہ نکل آئے یہ کفر کی رسم ہے"۔ شاہ اسماعیل، تقویۃ، ص84

Arguing from a hadith which seems to imply that a disease is not contagious, he opines that "it is a well known custom among the people that a boy who is caught by smallpox, the people abstain from him and do not allow other boys to go near him, lest they also will be caught by this disease, this is a ritual of disbelief. Shah Ismail, Taqwiyyah, p. 84.

[45] اس ضمن میں ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ جو بعضے جاہل لوگ پیغمبروں کی اماموں کی اولیاء کی یا پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس برکت کے لیے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ پیغمبر اور فرشتے ان سے بیزار ہیں۔ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر سے دور کیجیے کہ پیغمبر بھی خوش ہوں، فرشتے بھی گھر میں آئیں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل جائے۔" شاہ اسماعیل، تقویۃ، ص97،98

In this regard, arguing from a hadith, he writes that "these ignorant people who revere the images of the Prophets, Imams, Saints or keep these pictures with them for blessing, are just misguided and immersed in polytheism." The Prophet and the angels are disgusted with them. Consider all these pictures as impure and remove them from the house so that the Prophet may be happy, the angels may come to the house and blessings may spread in the house by their footsteps." Shah Ismail, Taqwiyyah, pp. 97-98.

[46] شرک فی العادات سے متعلقہ اس فہرست کے تمام مباحث کی تفصیل کے لیے دیکھیے: شاہ اسماعیل، تقویۃ، ص75 تا99

For details of all the discussions in this list related to shirk fi al-adaat, see: Shah Ismail, Taqwiyyah, pp. 75-99.

[47] تقویۃ، ص89

Taqwiyyah, p. 75.

[48] ایضاً، ص33

Ibid, p. 33.

[49] ایضاً، ص89۔

Ibid, p. 89.

[50] ایضاً، ص90

Ibid, p. 90.

[51] ایضاً، ص91۔

Ibid, p. 91.

[52] ایضاً، ص94

Ibid, p. 94.

[53] ایضاً، ص95-96۔

Ibid, pp. 95-96.

[54] ایضاً، ص24

Ibid, p. 24.

[55] ردّالاشراک، ص112تا120۔

Radd al-Ishrak, pp. 112-120.

[56] شاہ اسماعیل دہلوی، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح (دہلی: مطبع فاروقی، 1297ھ)، ص6

Shah Ismail Dehlavi, Izah al-Haq al-Sarih fi Ahkam al-Mayyat wa al-Zarih (Delhi: Farooqi Press, 1297 AH), p. 6.

[57] ایضاً، ص9

Ibid, p. 9.

[58] ایضاً، ص10تا18

Ibid, pp. 10-18.

[59] ایضاً، ص35

Ibid, p. 35.

[60] ایضاً، ص36

Ibid, p. 36.

[61] ایضاً، ص 37،38

Ibid, p. 37-38.

[62] ایضا، ص38، 39

Ibid, p. 38-39.

[63] ایضا، ص39، تاہم یہاں آپ نے یہ وضاحت کی ہے کہ قیاس شرعی جس میں ایک نظیر پر دوسری نظیر کو قیاس کیا جاتا ہے وہ منع نہیں ہے۔ اسی طرح اسی کتاب میں ایک اور جگہ آپ نے قیاس کے درست ہونے کی مختلف شرائط ذکر کی ہیں، مثلاً یہ کہ قیاس صحیح ہو اس تفصیل کے ساتھ جو اصولیوں نے بیان کی ہیں، نیز یہ کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو، نا کہ مقلد، ایضا، ص58۔

Ibid, p. 39. However, here you have clarified that Qiyas Shari'i, in which one precedent is inferred from another precedent, is not prohibited. Similarly, in another place in the same book, he has mentioned various conditions for the validity of the hypothesis (Qiyas), for example, that the hypothesis is correct with the details that the jurisprudents have stated, and that the person making the hypothesis should be a mujtahid, not a muqlid. Ibid, p. 58.

[64] ایضا، ص40، 41

Ibid, pp. 40-41.

[65] ایضا، ص81۔

Ibid, p. 81.

[66] ایضا، ص41۔

Ibid, p. 41.

[67] ایضا، 44تا 51

Ibid, pp. 44-51.

[68] ایضا، ص52، 53۔

Ibid, p. 52-53.

[69] ایضا، ص62، 63۔

Ibid, p. 62-63.

[70] ایضا، ص10تا 18

Ibid, pp. 10-18.

[71] ایضا، ص55تا 57۔

Ibid, pp. 55-57.

[72] ایضا، ص81تا 90

Ibid, pp. 81-90.

[73] ایضا، ص91تا 97۔

Ibid, pp. 91-97.

[74] ایضا، ص91

Ibid, p. 91.

[75] ایضا، ص97تا119۔

Ibid, p. 97-119.

[76] ایضا، ص119تا141۔

Ibid, p. 119-141.S

[77] ایضاح الحق، ص54،55۔

Shah Ismail, Izah al-Haq, pp. 54-55.